رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵ رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵ رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵۹۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یھدی اللہ لنورہ من یشاء

اخبار بدر قادیان

ایڈیٹر:- السید محمد یوسف

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے
" ششماہی " ایکروپیہ بارہ آنے
چندہ سالانہ سرپرستوں سے ۵ روپے
چندہ سالانہ امراء سے پانچ روپے
ممالک غیر سے صرف ۸ شلنگ

مستقل قواعد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اسکی فضیلت ظاہر کرنا (۲) دنیا میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔ (۳) معترضین کے حملوں کا کامل و صحیح جواب دینا۔ (۴) راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم بنانا۔

جلد ۳۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۳ رجب ۱۳۶۱ھ | نمبر ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام اور ہندوستان

یہ میرا وہ لیکچر ہے۔ جو ۱۴ جون کو مجلس ارشاد کے انتظام اور حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی صدارت میں دیا گیا۔ اگر ناظرین اس لیکچر میں کوئی خوبی پائیں۔ تو اس کے لئے دعا اور شکریہ کے مستحق حضرت میر صاحب موصوف کی ذات گرامی ہے۔ جنہوں نے مجھ جیسے گوشہ نشین کو اس لیکچر کے لئے آمادہ کیا۔

خصوصاً آریہ صاحبان کبھی کبھی اسلام پر یہ الزام لگایا کرتے ہیں۔ کہ اسلام یا مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر کوئی اچھا اثر نہیں ڈالا۔ ایسے دوستوں کا ایسا کہنا ان کے سطحی خیال پر مبنی ہے۔ ورنہ جب ہم غور و خوض اور تحقیق سے کام لیتے ہیں۔ تو ہندوستان کے لئے ہم اسلام کو سراسر رحمت پاتے ہیں۔ ہندوستان کو اسلام کے ورود کے قبل جس ذیل چار مدارج سے گزرنا پڑا۔

(۱) **برہمنی مذہب** یا ویدک دھرم (دوم) وام مارگ سوم شومت۔ چہارم بدھ اور جین دھرم۔ سب سے اول ہم برہمنی مذہب یا ویدک دھرم کو لیتے ہیں۔ " قدیم ہندوستان کی تہذیب" کے فاضل مصنف پنڈت رومیش چندر دت جی سی۔ آئی۔ ای اپنی اس مشہور کتاب کے چھٹے باب میں لکھتے ہیں۔ کہ اس عہد میں عناصر پرستی اور سوم لتا کا بہت رواج تھا سوم لتا کے متعلق یہی صاحب اپنی اس مایۂ ناز کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ کہ یہ ایک نباتات ہے۔ بالعموم دریاؤں کے کناروں پر پیدا ہوتی ہے۔ اس کے پتے نوکدار ہوتے ہیں۔ اور اسے ڈنڈے کونڈے رگڑ کر چھان کر دودھ اور میٹھا ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایک سرور آور چیز ہوتی ہے۔ اس کے بعد **وام مارگ** کا زمانہ آیا۔ اس مذہب میں علاوہ علامت ..... کی پوجا کے اور کئی ایک ایسے ناگفتنی عقائد تھے کہ جن کے اظہار کا قلم کو یارا نہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ اس مذہب میں وہی شخص زیادہ نیکوکار سمجھا جاتا تھا جو ان عقائد پر سختی سے عامل ہوتا تھا۔ اس کے بعد **شومت** کا زمانہ آیا۔ اس میں علامت ..... کی پوجا کا رواج تھا۔ اور اس مذہب میں لنگ کا بھی بہت احترام تھا۔ چنانچہ ان کے ہاں یہ ایک مشہور مقولہ ہے۔ کہ " بھنگ گنگ دو بھیئی ہیں رہتی شو کے سنگ " گنگ سے مراد گنگا ہے۔ یعنی گنگا اور بھنگ سے شوجی کا بہت پریم ہے۔ اس کے بعد چوتھا درجہ **بدھ اور جین مت** کا آیا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ ان لوگوں نے وام مارگ اور شومت وغیرہ کی قباحتوں کے برخلاف بڑی زبردست آواز بلند کی۔ جہاں اس مذہب میں یہ اچھی باتیں تھیں۔ وہاں اس مذہب نے خداوند تعالیٰ کی ہستی کا سرے سے ہی انکار کیا۔ اور ان کے مذہب کا یہ مشہور مقولہ ہے۔ " **اہنسا پرمودھرما**" یعنی کسی کو اذیت نہ دینا۔ یہی سب سے بڑھ کر نیکی اور دھرم ہے ہندوستان میں آجکل جینیوں کا مرکز گجرات اور کاٹھیاواڑ ہے۔ جہاں کے جناب گاندھی جی رہنے والے ہیں۔ اور اس **اہنسا پرمودھرما** کا جناب گاندھی جی پر بھی غیر معمولی اثر ہے۔ اب آتا ہے ہندوستان میں مسلمانوں کے ورود کا زمانہ ہندوستان میں مسلمانوں کا پہلا داخلہ ۶۳۶ء بذریعہ ابوالعاص عامل عمان ہوا۔ دوسرا داخلہ بذریعہ امیر مہلب ۶۶۴ء میں ہوا۔ تیسرا داخلہ بذریعہ محمد بن قاسم ۷۱۰ء میں ہوا۔ اور ٹھیک آٹھویں صدی میں ملک مالابار میں شنکر اچاریہ جی کا ظہور ہوا۔ اور یہ پہلی شخصیت ہیں۔ جنہوں نے توحید کا نعرہ بلند کیا۔ مگر یہ صاحب بدھ مذہب کو شکست دینے کی خاطر اپنے دھن میں اتنے بڑھ گئے۔ کہ انہوں نے ہر ایک چیز کو خدا کی شکل میں پیش کیا۔ ان کے مت کو ویدانت مت بھی کہتے ہیں۔ اسکی تعلیم یہ ہے۔ کہ " **اس جیو میں بھید نہ جانو، سادھ چور سب برہم پہچانو**" مجھے اس کے اظہار میں خوشی ہے۔ کہ اس توحید کے عقیدہ میں بہت حد تک اسلام نے شری شنکر آچاریہ کی مدد کی۔ بوجہ مالابار کے سمندری کنارہ ہونے کے شروع سے ہی عرب " تاجروں کی آمد و رفت مالابار میں تھی۔ نہ صرف آمد و رفت تھی۔ بلکہ عرب مالابار میں مقیم بھی ہو چکے تھے۔ مسعودی جو آٹھویں صدی میں مالابار میں آیا۔ وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے۔ کہ اس وقت مالابار میں قریباً دس ہزار عرب مسلمان آباد ہیں۔ ان میں بعض مشہور تاجر ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کا رئیس ابوسعید بن زکریا ہے۔ لہذا اس سے ثابت ہوا۔ کہ شری شنکر آچاریہ کی پیدائش کے وقت مسلمان عرب تاجر مالابار میں آباد تھے۔ اور ان مسلمانوں نے توحید کے معاملہ میں شری شنکر اچاریہ کی بڑی مدد کی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جہاں شری شنکر آچاریہ نے بدھ مت کا بڑے دھڑلے سے کھنڈن کیا۔ وہاں وہ اپنے ہمسایہ مسلمانوں کے متعلق خاموش رہا۔ آٹھویں صدی کے بعد ہندوستان میں جو مذاہب سامنے آتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:-

ویدانت مت۔ سکھ دھرم۔ پرنامی مت۔ برہمو سماج آریہ سماج وغیرہ۔ ویسے تو اور بھی بہت سے مذاہب ہیں۔ مگر وہ سب ایک ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔ ویدانت مت کا ذکر تو اوپر آچکا ہے۔ اب سکھ دھرم کو لیجئے۔ کہ اسلام نے تمدنی اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روحانی رنگ میں اس مذہب پر گہنا اثر ڈالا۔ اول آپ سردار کا لفظ لیجئے۔ یہ ایک فارسی لفظ ہے۔ اور مسلمان اسے اپنے ساتھ ہندوستان میں لائے۔ مسلمانوں کے آنے سے پہلے سردار کی بجائے مکھیا لفظ کا رواج تھا۔ پھر لباس کو لیجئے۔ لمبا کرتہ اور پاجامہ۔ یہ مسلمانوں کا لباس ہے۔ پھر اکالیوں کا سیاہ لباس۔ جو عباسیوں کا امتیازی نشان تھا۔ پھر ڈاڑھی کا رکھنا۔ جس کی اسلام میں تاکید ہے۔ اکٹھے مل کر سفر کرنا اور اس میں ایک جتھے دار کا انتخاب ہونا۔ جو اسلامی رواج ہے۔ جسے امیر قافلہ کہا جاتا ہے۔ سفر سے پہلے ارداس یعنی دعا کر کے روانہ ہونا۔ یہ بھی اسلامی طریقہ ہے۔ گوشت کا استعمال کرنا۔ اس کا بھی اسلامی تمدن سے گہرا تعلق ہے۔ کڑاہ پرشاد یا حلوے کو زیادہ چاہنا۔ یہ بھی اسلامی تمدن سے وابستہ ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے ہاں بھی حلوہ کی قدر ہے۔ وہ حسب ذیل مقولہ سے صاف عیاں ہے۔ المؤمنو حلوًا یحب الحلوہ۔ پھر سکھوں کے ہاں عبادت کے قبل پنج اشنان کا رواج ہونا یعنی منہ احد کہنیوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں کا دھونا۔ یہ وضو کی دوسری شکل ہے۔ پھر بوقت پوہل سب کا ملکر اکٹھے کھانا۔ جو سراسر اسلامی رواج ہے۔ پھر بوقت دعا ایک شخص کا دعا کرنا اور باقیوں کا اسکی ہاں میں ہاں ملانا۔ یہ طریقہ دعا کافی حد تک اسلام سے ملتا ہے۔ پھر بیاہ شادی کے معاملہ میں قریبیوں میں پابندی کا کم ہونا۔ کثرت ازدواج اور نکاح بیوگان جو اسلامی طریقہ ہے۔ اور پھر سؤر کا ان کے ہاں بھی نجس اور پلید ہونا۔ جیسا کہ بھری گورو گرنتھ صاحب کے اس قول سے عیاں ہے ؎

ایک بھگت بھگوان جہیں پرانی کے ناہیں من
جیسے سوکر سوان نانک جانو تاہیں تن

مطلب: وہ شخص جس کے دل میں خدا کی محبت نہیں۔ وہ کتے اور سؤر سے بھی زیادہ بد اور نجس ہے۔

اب لیجئے ویدؔ۔ اوتارؔ۔ گئو پوجا۔ جنیؤ اور چھوت چھات کے عقیدہ کو۔ اوتارؔ۔ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ جب دنیا میں گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں۔ تو خدا بجائے کسی اپنے برگزیدہ کے بھیجنے کے بذات خود انسانی جسم میں حلول کرتا ہے۔ اس کے متعلق گورو صاحب فرماتے ہیں

سو کیوں جلو جت کہے ٹھاکر جو نی

جو مجھکو پرمیشور اوچر ہن تہیں جن ترک کنڈ میں پرہیں

یعنی وہ منہ کیوں نہیں جل جاتا۔ جو کہتا ہے۔ کہ خدا پیدا ہوا۔ اور جو مجھکو اوتار کہیں گے وہ دوزخ کے سب سے نچلے درجہ میں گرائے جائیں گے۔

جنیؤ۔ جنیؤ کا عقیدہ ہندوؤں حتّٰی کہ آریوں میں بھی بڑا زبردست ہے۔ اس کے متعلق شری گرنتھ صاحب کا یہ قول ہے

دیا کپاہ سنتوکھ سوت جت گنڈھیں ست وٹ
ایہہ جنیؤ جیو کا ہیئی ناں پانڈے گھت

یعنی مہربانی کی کپاس چاہیئے۔ صبر کا سوتر۔ تقویٰ کی گرہیں اور طہارت کا بٹ۔ اے پنڈت اگر یہ جنیؤ تمہارے پاس ہے۔ تو میں بخوشی پہننے کے لئے تیار ہوں۔

چھوت چھات۔ چھوت چھات کا عقیدہ ہندوؤں کے ہاں بڑا زبردست ہے۔ اور منوسمرتی کا بیشتر حصہ اس سے بھرا پڑا ہے۔ شری گرنتھ صاحب اس کے متعلق یہ کہتا ہے ؎

اول اللہ نور اپایا قدرت دے سبھ بندے
اک نور تھیں سب جگ اپجیا کون بھلے کون مندے

یعنی اللہ کے نور سے ہی سب مخلوق پیدا ہوئی ہے۔ پھر بلحاظ پیدائش ہم کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ شودر اور یہ برہمن ہے۔

پھر فرماتے ہیں:۔ خصم وسائے تے کمذات

یعنی جو شخص خدا سے گمراہ ہوا۔ وہی کمینہ ہے۔

اب لیجئے گائے کو۔ ہندوؤں کے ہاں جو گائے کی عظمت ہے۔ وہ اظہر من الشمس۔ اتنی عظمت کہ جو بسا اوقات مسلمانوں اور ہندوؤں میں غیر معمولی آزردگی۔ کشیدگی اور تنفر کا موجب بنتی رہتی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ سکھ دھرم اس کے متعلق کیا کہتا ہے۔ شری گرنتھ صاحب میں لکھا ہے ؎

گوبر جوٹھا۔ چونکا جوٹھا۔ جوٹھی دینی کارا

یعنی گوبر ناپاک اور اس سے جو چوکا دیا جائے وہ ناپاک پھر رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ میں صاف لکھا ہے۔ کہ اگر باورچی خانہ میں گائے کے گوبر کا چونکا دیا جائے۔ یا گائے کے گوبر کے اپلے جلائے جائیں۔ تو اس سے جو کڑاہ پرشاد تیار کیا جائے گا۔ اسکی تقدیس میں فرق آجائے گا۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ سکھ دھرم اصولاً گائے کو کس نظر سے دیکھتا ہے۔

اب لیجئے ویدوں کا معاملہ۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آریہ اور سناتنی ویدوں کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ اس کے متعلق شری گرنتھ صاحب یہ کہتا ہے۔ ؎

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہر نام چت نہ آویہی ناچ گھر ہوئے داس

یعنی بڑے بڑے پنڈت اور منی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے۔ مگر وہ معرفت الٰہی کے معاملہ میں .....

اب لیجئے پرنامی مت کو۔ قریباً پانصد سال کا عرصہ ہوا۔ کہ اس مذہب کا آغاز ہوا۔ یہ اپنے آپ کو مومن یا پرنامی کہتے ہیں۔ اس مذہب کے بانی شری دیوچند جی مہاراج امرکوٹ علاقہ مارواڑ میں پیدا ہوئے۔ دوسرے گوروشری پران ناتھ جی جام نگر علاقہ کاٹھیاواڑ میں پیدا ہوئے۔ جام نگر سوت آسام۔ بنگال۔ مارواڑ گجرات پنہ وغیرہ میں ان کی بڑی بڑی گدیاں ہیں۔ پنجاب میں بھی ان کے کچھ پیرو ہیں۔ پنجاب میں ان کی گدی کہ ہانس ضلع منٹگمری میں ہے یہ اپنی کتاب کسی غیر کو نہیں دکھلاتے۔ اور سناتے بھی بہت ہی کم ہیں۔ اتفاق حسنہ سے میری ملاقات ایک پرنامی مہنت سے ہوئی۔ اور خدا نے ان کے دل میں تحریک کی۔ اور انہوں نے اپنی کتاب سے کچھ پڑھ کر مجھے سنایا۔ نوٹ نہیں لینے دیئے۔ ہاں زبانی جو یادداشت رہ سکی اس کا لب لباب یہ ہے یہ دنیا میں چار بڑی ارواح کو مانتے ہیں۔ اول آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح۔ دوم شری دیوچند جی مہاراج کی روح۔ سوم اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی روح (!!) چوتھی روح ان کے نزدیک آنیوالی ہے۔ جس کے منتظر ہیں اس روح کے آنے پر یہ اپنی تعلیم کی لوگوں میں اشاعت کریں گے۔ ان کی مقدس کتاب کا نام کل جمع صاحب ہے۔ اس کتاب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن پاک کی بڑی تعریف لکھی ہے۔ ایک شلوک یہ یا اس کے قریب قریب ہے ؎

اول حد ا دو جا محمد برحق
کافر تس کو آکھیے جو ان میں لائے شک

اب لیجئے برہمو سماج کو۔ راجہ رام موہن رائے اس مذہب کے بانی ہوئے ہیں۔ آپ ایک بنگالی جنٹلمین تھے۔ فارسی اور عربی کے عالم تھے۔ قدرتی طور پر فارسی اور عربی کے علم نے ان پر اثر ڈالا۔ یہ ویدوں کو نہیں مانتے تھے۔ تناسخ اور جنیؤ سے انکاری تھے۔ روح اور مادہ کو حادث مانتے تھے اور ذات پات کے بھی قائل نہ تھے۔ یہ عقائد انہوں نے کہاں سے لئے۔ وید مقدس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ صاحب ویدوں کے قائل ہی نہ تھے۔ لہذا صاف ظاہر ہے۔ کہ یہ عقائد آپ نے اسلام سے لئے

اب لیجئے آریہ سماج کو۔ آریہ سماج توحید کا قائل ہے۔ شدھی یا تبلیغ کا حامی۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ اگر ویدک دھرم تبلیغ کا حامی ہوتا۔ تو منوسمرتی میں چار ورن برہمن۔ کھشتری ویشیش۔ شودر کیوں ہوتے۔ لہذا یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ ایک غیر مذہب سے ہونے والے آریہ کے لئے کوئی ورن نہیں۔ بالفاظ دیگر آریہ سماج اسے ٹکٹ تو دیدیتا ہے۔ مگر وجہ کوئی نہیں دیتا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ایک غیر مذہب سے آریہ ہونیوالے کے لئے شادی بیاہ کے معاملہ میں بڑے مشکلات پیش آتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہضم نہیں ہو سکتے۔ دنیا میں دو ہی چیزیں ایسی ہیں۔ جو مساوات دے سکتی ہیں۔ روٹی اور بیٹی کے تعلقات یعنی اکٹھے مل کر کھانا اور باہمی رشتہ داری کرنا۔ یہ امر واقع ہے۔ کہ یہ دونوں باتیں آریہ سماج میں نہیں ہیں۔ اگر ہیں۔ تو اس کا عدم اور وجود برابر ہے۔ مگر برخلاف اس کے اسلام ان دونوں باتوں کا بڑی شد و مد سے حامی ہے۔ ایک بھنگی سے ہونے والا مسلمان نہ صرف یہی کہ وہ ایک مسلم بادشاہ کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہو کر نماز ہی پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ مسلمانوں سے مل کر بے تکلف کھا پی بھی سکتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے تمدن کو اچھا بنائے۔ تو کسی اچھے سے اچھے مسلمان کو اس سے رشتہ ناطہ کرنے میں بھی دریغ نہ ہوگا

اب لیجئے نکاح بیوگان۔ آریہ سماج اصولاً نکاح بیوگان کی جگہ نیوگ کا حامی ہے۔ مگر اب نیوگ کو ترک کر کے نکاح بیوگان کو اپنا رہا ہے۔ جو اسلامی عقیدہ ہے۔ عورت کو ویدک دھرم میں نہ تو میکے سے ہی جائیداد کا حصہ ملتا ہے۔ اور نہ سسرال سے۔ اب اسمبلی کے ذریعہ حصہ ملنے کا قانون پاس کروایا جا رہا ہے۔ جو ایک اچھی بات ہے۔ اور ہمیں خوشی ہے۔ کہ اس معاملہ میں بھی آریہ سماج اسلامی اصول کو اختیار کر رہا ہے۔ تلسی رامائن میں بے چارگی مستورات کے لئے جو ارشاد ہوا ہے۔ وہ آپ رامائن کے اس شعر سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ؎

ڈھول گنوار شودر پشو ناری ۔ یہ سب تاڑن کے ادھیکاری

میں اس کے ترجمے کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ اسلام ہی ایک پہلا مذہب ہے۔ جس نے عورت کو سوسائٹی میں شاندار درجہ دیا۔ یعنی یہ میکے اور سسرال ہر دو جگہ سے جائیداد میں حصہ دار ہے۔ پھر اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جس نے سب سے پہلے رواداری کی تعلیم پیش کی۔ وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ انما انت منذر ولکل قوم ھاد کہکر ویدک رشیوں اور شری کرشن اور شری رامچندر جی کے لئے بھی احترام پیدا کر دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کبھی کسی مسلمان نے سری کرشن یا سری رامچندر جی کی شان میں سوء ادبی سے کام نہیں لیا۔ بلکہ احترام۔ کاش اس کا عشر عشیر بھی آریہ سماج میں ہوتا۔ تو آج فرقہ وارانہ فضا بہت حد تک سلجھی ہوئی ہوتی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ کہ کیا ہندوستان میں بھی کوئی نبی پیدا ہوا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ کہ ہاں کان فی الھند نبیاً اسود اللون اسمہ کاھن۔ ہندوستان میں بھی نبی آئے ان میں سے ایک بزرگ کا نام کاہن ہے۔ جن کا رنگ سیاہ تھا۔ اور پھر خود سوامی دیانند جی سے جو مسلمانوں نے بہترین سلوک کیا۔ تاریخ اس بات کی بہترین گواہ ہے ۱۸۷۷ء میں جب پہلی دفعہ سوامی دیانند جی لاہور آئے۔ تو ہندو صاحبان نے سوامی صاحب کو جگہ دینے اور ٹھہرانے سے صاف انکار کر دیا۔ ایسے وقت میں کام آئے۔ تو مسلمان چنانچہ ڈاکٹر رحیم یار خاں مرحوم نے اپنی وسیع کوٹھی اور باغ سوامی صاحب موصوف کے حوالہ کر دیا۔ جہاں سوامی صاحب دھڑلے سے اپنے مذہب کا پرچار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ۲۴ جون کو لاہور کی پہلی آریہ سماج ڈاکٹر صاحب موصوف کی کوٹھی پر ہی قائم ہوئی۔

پھر اس کے بعد جب سوامی صاحب پہلی دفعہ امرتسر آئے تو وہاں بھی ہندو صاحبان نے سوامی صاحب موصوف کو ٹھہرانے سے انکار کر دیا۔ کام آئے تو ایک مسلمان بزرگ میاں محمد جان صاحب رئیس اعظم امرتسر جنہوں نے اپنی کوٹھی اور باغ سوامی صاحب موصوف کے سپرد کر دیا۔ جہاں سوامی صاحب موصوف بے کھٹکے اپنے مذہب کا پرچار کرتے رہے۔ اور امرتسر میں پہلی آریہ سماج ۱۲ اگست ۱۸۷۷ء کو میاں صاحب موصوف کی کوٹھی پر ہی قائم ہوئی۔ پھر جب سوامی صاحب موصوف جب ۱۸۷۹ء کو بنارس پہنچے۔ تو وہاں بھی ہندو صاحبان نے سوامی صاحب کو جگہ دینے سے انکار کر دیا۔ کام آئے تو سرسید مرحوم جو ان دنوں بنارس میں جج تھے اور انہوں نے اپنی کوٹھی سوامی صاحب موصوف کے حوالہ کر دی جہاں صاحب موصوف آزادی سے اپنے مذہب کی اشاعت کرتے رہے۔ پھر انوپ شہر میں سوامی دیانند کا جو ایک مشہور مباحثہ ہوا۔ اس میں ایک مسلمان تحصیلدار نے سوامی صاحب موصوف کی جو مدد کی۔ تاریخ اسکی بہترین گواہ ہے۔ ریاست حیدرآباد میں سکھوں کا ایک مشہور گوردوارہ اچل نگر یا حضور صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ حضور نظام کی جانب سے پچاس ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر ہے۔ جس کی اس وقت آمدن ڈیڑھ لاکھ سالانہ کم نہ ہوگی۔ اور اس گوردوارے کا انتظام بھی سرکار کی طرف سے ہے۔ کیا مجال کہ کہیں ایک پائی کی بھی کمی بیشی ہو جائے۔ اتنی بڑی جاگیر غالباً کسی سکھ ریاست میں بھی سکھ گوردوارہ کے نام نہ ہوگی۔ آریہ سماج کی مشہور کتاب جو سوامی دیانند جی مہاراج کی مرتب شدہ۔ "بھرونی سبھا" کے نام سے ہے۔ اس کے صفحہ ۵۰ پر لکھا ہے۔ کہ جنہوں نے تجرد گرہست اور فقیری تینوں کو باری باری اختیار نہ کیا ہو۔ ایسے لوگ یا تو ہمارا مذہب قبول کریں۔ یا رخصت ہو جائیں یا ہمارے بس میں ہو کر رہیں۔ برخلاف اس کے اسلام کا یہ ارشاد ہے۔ کہ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین کے معاملہ میں کوئی زیادتی نہیں۔ جس کا دل چاہے مانے جس کا دل چاہے نہ مانے۔ ناواقف لوگوں کی طرف سے یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ اس کے لئے ایک معزز آریہ کی گواہی معاملہ کو صاف کر دیگی۔ پنڈت رام دیو آنجہانی گورنر گوروکل کانگڑی نے ۱۷ نومبر ۱۹۲۰ء کو آریہ سماج لاہور میں لالہ لاجپت رائے کی صدارت میں لیکچر دیا تھا۔ جس میں آپ نے یہ کہا۔ کہ چھٹی صدی میں عرب کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ تھی۔ حضرت محمدؐ صاحب نے اپنے آچار (اسوۂ حسنہ) سے لوگوں میں جادو کی بجلی بھر دی وہ بجلی جو انسانوں کو دیوتا بنا دیتی ہے۔ حضرت محمد صاحب نے یہ بجلی راجوں مہاراجوں میں نہیں بھری۔ بلکہ عوام میں۔ یہ غلط ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ اگر مذہب تلوار سے پھیل سکتا ہے۔ تو مجھے کوئی پھیلا کر دکھلائے۔ حضرت محمدؐ صاحب نے اہل عرب میں کس قسم کا دشواش بھر دیا تھا۔ اسکی ایک مثال سنئے۔ ایک غلام جو مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کا آقا دھوپ میں بٹھا کر اسکی چھاتی پر پتھر رکھ کر پوچھا کرتا تھا۔ کہ بتا تو محمدؐ کو چھوڑیگا یا نہیں۔ لیکن غلام صاحب انکار کر دیتا تھا۔

حضرت محمدؐ پر ایک شخص نے تلوار سے حملہ کیا۔ اور پوچھا کہ بتا اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے کہا میرا خدا پھر حضرت محمدؐ نے وہی تلوار حملہ آور کے ہاتھ سے چھین کر جب اس پر حملہ کرنا چاہا۔ اور پوچھا کہ بتا اب تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ تو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گڑگڑا کر کہنے لگا۔ کہ حضرت آپ ہی بچائیں تو بچائیں۔ حضرت نے کہا۔ کم بخت اللہ پر بھروسہ رکھ۔ لیکن اس گری ہوئی عرب قوم کو حضرت محمدؐ نے کس قدر بلندی پر پہنچا دیا۔ تاریخ گواہ ہے۔ کہ عربوں نے تمام یورپ کو فتح کیا۔ اور اس میں تہذیب پھیلائی نہ صرف یورپ میں بلکہ ہندوستان میں بھی"۔ پروفیسر رام دیو صاحب نے یہ بالکل درست کہا۔ کہ اسلام ہی پہلا مذہب ہے۔ جس نے روحانی اور تمدنی دولت سے دنیا کو مالا مال کیا۔

ہم لباس کو ہی لیں۔ یہ شستہ لباس اچکن۔ پاجامہ۔ صافہ۔ پیشواز۔ شلوکہ قمیض۔ شلوار یہ مسلمان اپنے ساتھ لائے۔ چنانچہ رائے بہادر چنتامنی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی مہابھارت میمانسا میں لکھتے ہیں۔ کہ آجکل ہندوستان میں اعلیٰ طبقہ کے لوگ جو پوشاک پہنتے ہیں۔ وہ بیرون ہند کی ہے۔ خاصکر مسلمانوں کی نقل ہے۔

فنِ عمارت۔ گنبد دار اور محراب دار عمارتیں عرب اور ساسانی لوگ اپنے ساتھ لائے۔ چنانچہ پروفیسر بالو الیشوری پرشاد تاریخ ہند قرون وسطیٰ میں لکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے شاندار اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کر کے ہندوستان کے فنِ تعمیر میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔

زیورات۔ گلوبند۔ بازوبند۔ کمرزیب۔ پازیب یہ مسلمانوں کی عنایت ہے۔

ظروف۔ صراحی۔ جگ۔ پاندان۔ گلاب پاش۔ عطردان یہ بھی مسلمانوں کے طفیل ہے۔

کپڑے۔ جامہ دار۔ آبِ رواں۔ کامدان۔ شال۔ ململ مخمل۔ گلبدن۔ تن زیب یہ بھی مسلمان ہی اپنے ساتھ لائے۔

کھانے۔ دوپیازہ۔ قورمہ۔ پلاؤ۔ بریانی۔ کباب۔ متنجن یہ موہن بھوگ بھی اسلام کی بخشش ہیں۔

باغات۔ جو اس وقت ہندوستان میں امیروں کی زینت اور شان کو بڑھا رہے ہیں۔ یہ بھی اسلام کے طفیل ہے۔ باغ کا لفظ خود اپنی شہادت آپ ہے۔

لالہ کالنشی رام صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب پردھان آریہ سماج ملتان اپنی تصنیف الیشور درشن میں لکھتے ہیں۔ کہ اسلام کی روحانیت کے سامنے آریہ درت کی بت پرستی نے سر جھکا دیا۔ بت پرستی اور شرک خدا پرستی کی تاب نہ لا سکی۔ نومبر ۱۹۲۶ء کو لالہ لاجپت رائے صاحب آنجہانی نے آریہ سماج کے سالانہ جلسہ میں جو لیکچر دیا۔ یکم دسمبر ۱۹۲۶ء کا وکیل بحوالہ پنجاب کہتا ہے۔ جس کی آخری سطریں یہ ہیں۔ "ہندو دھرم کی بوسیدہ دیوار اسلام کے زبردست وحدانیت کے گولہ کے سامنے نہ ٹھہر سکی"۔

اے اہلِ ہند خواہ آپ مسلمان ہیں یا عیسائی یا ہندو یا سکھ یا آریہ میں سب کو مخاطب کر کے کہتا ہوں۔ کہ وہ اسلام جس نے ہمیں توحید سے مالا مال کیا۔ وہ اسلام جس نے روحانیت سے ہمیں سرفراز کیا۔ وہ اسلام جس نے ہمیں شستہ لباس بخشا۔ وہ اسلام جس نے فنِ تعمیر میں انقلاب پیدا کیا۔ جس پر آج ہندوستان بجا فخر کر سکتا ہے۔ وہ اسلام جس نے ہمیں کھانے پینے اور پہننے کا سلیقہ دیا۔ وہ اسلام جس نے ہمیں حیوانوں سے انسان اور انسانوں سے باخدا انسان بنایا۔ آؤ ہم سب مل کر باواز بلند یہ کہیں۔

اسلام زندہ باد!

شذرات

مسلمان اور ہندوستان

۱۴ جون کو میرا جو لیکچر مذکورۃ الصدر موضوع پر ہوا۔ جو اسی اخبار کے شروع میں درج ہے اس کے متعلق ۱۶ جون کا معزز "معصر" **العفضل** لکھتا ہے۔ کہ "۱۴ جون کو بعد نماز مغرب مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مجلس ارشاد کا جلسہ ہوا۔ جس میں جناب سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور نے "مسلمان اور ہندوستان" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے نہایت موثر انداز سے ثابت کیا۔ کہ ہندوستان کے تمام مذاہب اور تمام اقوام مسلمانوں کے زیر بار احسان ہیں۔ انہوں نے توحید۔ شدھی۔ عورتوں کو ورثہ دینا مسلمانوں سے سیکھا۔ رواداری کی تعلیم مسلمانوں سے لی۔ نہ صرف یہی بلکہ تمدن۔ لباس۔ کھانے پینے اور رہنے سہنے کے طور و طریق پر بھی مسلمانوں نے گہرا اثر ڈالا۔ ان سب باتوں کے ثبوت میں آپ نے ہندو معززین کی آراء پیش کیں لیکچر بہت دلچسپی سے سنا گیا۔ آخر میں صدر نے فرمایا۔ اسلام ایسا مذہب ہے۔ کہ بعض دفعہ منکر بھی خواہش کرتے ہیں۔ کہ کاش یہ مسئلہ ہمارے مذہب میں بھی ہوتا۔ مقررہ پروگرام کے مطابق جلسہ سوا نو بجے ختم ہوا"۔

اللہ کا لاکھ لاکھ کرم ہے۔ کہ جس نے میرے اس لیکچر کو یہ قبولیت بخشی۔ اگر دوستوں کی خواہش ہو۔ تو میں اس لیکچر کو وضاحت کے ساتھ ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ ایک ہزار کاپی کے آرڈر آجائیں۔ باقی رہا قیمت کا سوال۔ اس کے لئے ناظرین کو خاطر جمع رکھنی چاہیئے کیونکہ یہ لٹریچر محض اصل لاگت پر دیا جائیگا۔

اسلام اور ہندوستان

۱۶ جون کا کانفرنس گزٹ علی گڑھ رسالہ "المائدہ" (مسیحی) کے تازہ پرچہ کے حوالہ سے لکھتا ہے۔ کہ "آخر اصل باشندوں (شودروں) کی دعا سنی گئی۔ اور مسلمان اس ملک پر حکمران ہوئے۔ انہوں نے رعایا کے سب طبقوں کو برابر کا درجہ دیا جس کے سبب شودروں اور اچھوتوں کو پھر یہ سوچنے کا موقعہ ملا۔ کہ وہ بھی انسان ہیں"۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اسلام نے ہندوستان پر اسقدر بے پایان احسان کئے ہیں۔ کہ اسلام کے ہمہ گیر اور مستحسن اصولوں کو دیکھکر بالعموم غیر مسلموں کے دلوں میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ کاش ہمارا مسلک بھی ان بہترین اصولوں کا حامل ہوتا۔ اور وہ زبانِ حال سے قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی تصدیق کر رہے ہیں ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین۔ یعنی اسلام کی خوبیاں اور زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق اسلام کی پرحکمت ہدایات کو دیکھکر وہ بھی خواہش کرتے ہیں۔ کہ کاش ہمیں بھی ایسی تعلیم ملتی۔ مگر مسلمانوں نے اس بے بدل ہیرا کی کیا قدر کی۔ وہ اسی سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمان اسلام کی تبلیغ سے بالکل بے پروا ہیں۔ اگر مسلمان تبلیغ کے اہم فریضہ کی جانب ذرا بھی توجہ کریں۔ تو ربع صدی کے اندر اندر ہی خدا کے کرم سے تمام ہندوستان کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اور وہ کروڑہا مخلوق جو بہترین تمدن۔ بہترین روحانیت اور بہترین مساوات حاصل کرنے کے لئے تڑپ رہی ہے۔ وہ اسلامی دولت سے مالا مال ہو سکتی ہے۔

"من آنم کہ من دانم"

معزز ہمعصر کانفرنس گزٹ علی گڑھ جو اپنی ثقاہت اور علمی مضامین کی وجہ سے بلند پایہ رکھتا ہے۔ وہ اپنے ۱۶ جون کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ کہ "سردار محمد یوسف صاحب ..... جن کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مطالعہ سکھ مذہب کے متعلق بہت وسیع و عمیق ہے۔ ذات پات کے متعلق گورو نانک جی کی جو تعلیم (گورو گرنتھ صاحب کے حوالہ سے) پیش کرتے ہیں۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔"

یہ دوستوں کا حسن ظن ہے۔ ورنہ میں کیا؟ اور میرے مطالعہ کی وسعت کیا؟ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ میرے دل میں تبلیغ اسلام کی تڑپ ہے۔ اسی تڑپ نے اخبار کا اجرار کروایا۔ اور اسی مقدس جذبہ نے تین درجن کے قریب کتابیں لکھوائیں۔ اور کلام مجید کے گورمکھی و ہندی تراجم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گورمکھی و ہندی سیرت۔ اگر اس کارِ خیر میں مسلمان دوست کچھ بھی میرا ساتھ دیتے۔ تو خدا کے فضل و کرم سے کم از کم پنجاب کی فضا اس وقت تک بہت حد تک اسلام کے سازگار ہوتی۔ مگر میں اللہ کی درگاہ سے بے امید نہیں۔ وہ وقت آئے گا۔ اور انشاء اللہ ضرور آئے گا۔ جب دوست اس شاندار تبلیغی کام کی جانب توجہ دیں گے۔ خدا مجھے اس سے بھی زیادہ تبلیغی تڑپ دے۔ کیونکہ ہندوستان کی بہتری اور اسلام کی شان صرف تبلیغ میں ہی مضمر ہے۔

بلی تھیلا سے باہر

۲۶ر جون کا پرتاب لکھتا ہے کہ "کوئمبور (مدراس) میں ڈاکٹر مونجے کے زیر صدارت ہندو سبھا کا جلسہ ہوا۔ جس میں یہ قرارداد منظور ہوئی۔ کہ اگر ہندوستان کے مسلمان پاکستان کے حق میں پراپیگنڈا کریں گے۔ تو ہم انہیں غیر ملکی سمجھ کر ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریں گے۔" مسلمانوں کا رویہ ہمیشہ ہی بہترین وسیع القلبی اور رواداری کا حامل رہا ہے۔ اپنے شاہی عہد میں انہوں نے ہمیشہ ہندو صاحبان کو شاندار عہدے دیئے ہندوؤں کے ہاتھوں کھانے پینے کی چیزیں لینے سے کبھی انکار نہ کیا۔ اور انہوں نے ہمیشہ ہی انہیں اپنا وطنی بھائی سمجھا۔ مگر برخلاف اس کے ہندو صاحبان نے ہم مسلمانوں کو اپنا سمجھا ہی کب۔ ہمارے ہاتھ کا کھانا پینا نہ کھائیں۔ بلکہ کئی ایک حالات میں اگر مسلمان انہیں چھو جائے تو ان کا کھانا اور پینا ناپاک ہو جائے۔ سٹیشنوں پر ہندو روٹی اور ہندو پانی الگ۔ اگر کوئی پیاسا مسلمان کسی ہندو پانی پلانے والے سے پانی کی درخواست کرے۔ تو اسے بے پرواہی سے رد کر دیا جائے۔ مطلب یہ کہ ہندو صاحبان نے مسلمانوں کو ہمیشہ ہی اچھوت سمجھا۔ سوامی ستیا دیو نے کئی بار ہندو مہا سبھا کے جلسہ میں یہ کہا۔ کہ مسلمان بوریا بستر اٹھا کر عرب کو چلے جائیں۔ وطنی دوستوں کی اسی ذہنیت نے مسلمانوں کو پاکستان کی طرف مائل کیا۔ اگر آج ہندو صاحبان کی ذہنیت میں تبدیلی آ سکے۔ تو مسلمانوں کو یقیناً پاکستان کے مطالبہ سے درگذر کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ حالانکہ یہ مطالبہ کسی کے حقوق پر چھاپہ نہیں بلکہ اپنی حفاظت کے لئے۔ پھر ہندو صاحبان کو یہ برا کیوں لگے

فرقہ نمایاں

۲۴ر مئی کا شیر پنجاب لکھتا ہے۔ کہ "شراب خوری ہماری (سکھ) قوم میں دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ لوگ ناجائز طور پر شراب کشید کرتے ہیں۔ نوجوان دن رات شراب کے نشہ میں مخمور رہتے ہیں۔ جس گاؤں میں جاؤ۔ دو چار ہر وقت شراب پی کر نوجوان گھروں میں مست لیٹے ہوئے دکھائی دیں گے۔"

یہ صحیح ہے۔ کہ شری گورو گرنتھ صاحب اور سکھ مذہب شراب کا حامی نہیں۔ بلکہ اس میں شراب کی سخت مذمت ہے۔ اسلام سے قبل عرب کے لوگ بھی بے تحاشا شراب پیا کرتے تھے۔ سکھوں میں تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔ قریباً ہر ایک عرب دن میں پانچ دفعہ شراب پیتا تھا۔ مگر جب کلام مجید میں شراب کی حرمت کی آیت نازل ہوئی۔ تو لوگوں نے شراب کے اپنے سب مٹکے فوراً توڑ پھوڑ دیئے۔ اس روز مدینہ کی گلیوں میں شراب اس طرح بہہ رہی تھی۔ گویا کہ ابھی ابھی سخت موسلا دھار بارش ہوئی ہے۔ اور پھر موجودہ آزاد اور شتر بے مہار زمانہ میں بھی مسلمانوں میں اسے بہت معیوب سمجھا جاتا۔ اگر مسلمانوں میں کوئی شراب پیتا بھی ہے۔ تو لک چھپ کر۔ اور مسلم سوسائٹی اسے بہت بری نظر سے دیکھتی ہے۔ اسلامی مرکز یعنی عرب میں آپ ایک قطرہ شراب نہ پائیں گے۔ میں سکھ دوستوں کو ہمدردی سے یہ مشورہ دوں گا۔ کہ اگر وہ تمام پنجاب سے شراب کو نہیں نکال سکتے۔ تو کم از کم امرتسر جیسے مقدس ستھان میں تو اس ام الخبائث کے لئے کوئی جگہ نہ ہونی چاہیئے

سکھ اور ہندو

سکھ ہمعصر شیر پنجاب اپنے ۲۴ر مئی کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ کہ پنجاب کے ہندوؤں میں جو شش ہے۔ لیکن سوڈا واٹر کا سا۔ جو جلد ہی سرد پڑ جاتا ہے۔ پنجاب کا ہندو پریس ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ جو ہفتہ میں تین تین بار حکومت سے معافیاں مانگتے ہیں۔ جن کی کوئی خاص پالیسی نہیں۔ جو کانگرس اور ہندو سبھا کی بیک وقت حمایت کرتے ہیں۔ قصہ کوتاہ جن کی زندگی کا مدعا روپیہ کمانے کے سوا کوئی نہیں۔ ان لوگوں کو جرأت نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ گرم زمین پر پاؤں رکھیں۔ اور حکومت کی ناراضگی کا نشانہ بنیں۔ ہندوؤں کے زیادہ تر لیڈر بھی اخبارات کی طرح بے پیندے کے لوٹے ہیں۔"

اس پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ ہاں صرف اس قدر دریافت کرنے میں کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ کہ کیا ایسی قوم سے سکھ اتحاد کر کے فخر کر سکتے ہیں۔

حیرت

۲۷ر جون کا پرتاپ لکھتا ہے۔ کہ :۔ "ابھی لاجپت رائے ہال میں عورتوں اور مردوں کا ایک مباحثہ ہو چکا ہے۔ جس میں بحث کا موضوع یہ تھا۔ کہ آیا رسم شادی کی ضرورت ہے یا نہیں۔"

یہ مادر پدر آزاد ذہنیت ہندوستان کے لئے سم قاتل ہے۔ جو لوگ اس قسم کے مباحثے مقرر کرتے اور پھر ان کے انتظام میں دلچسپی اور حصہ لیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہندوستان کے پاکیزہ تمدن کی جڑوں پر کلہاڑا چلاتے ہیں۔ ایسے مباحثے ایسے ہالوں میں ہی ہو سکتے ہیں۔ کسی مسلم کرہ ہوائی میں اس قسم کا مباحثہ رکھنے کا اول تو کسی کو حوصلہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی کرے بھی تو ہال میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اسے آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔

قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ اور ہندی سیرت

گورمکھی ترجمے کا پہلا ایڈیشن قریباً ختم۔ دوسرے پر نظر ثانی ہو رہی ہے۔ جو امید کہ انشاء اللہ جلد ہی مکمل ہو جائے گی۔ دوسرے ایڈیشن پر کم از کم سات ہزار روپیہ خرچ آئے گا۔ تاحال دوستوں نے اس کارِ خیر کی جانب کوئی توجہ نہیں کی۔ حالانکہ یہ تبلیغ کا اہم شعبہ ہے۔ پہلے ایڈیشن نے جو خوشگوار اثر پیدا کیا۔ دشمن تک بھی اس کے معترف ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہندی سیرت زیر طبع ہے۔ کیا تعجب کہ اخیر جولائی تک مکمل ہو جائے۔ بوجہ گرانی کاغذ اس سیرت پر اندازہ سے قریباً چار گنا زیادہ خرچ آ گیا ہے۔ گو ہر ایک نیکی اپنے اندر خوبی رکھتی ہے۔ مگر فی زمانہ غیر مسلموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے آگاہ کرنا یہ جملہ نیکیوں کی سرتاج نیکی ہے۔ ہندی دانوں کا دائرہ ہندوستان میں خاصہ وسیع ہے۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس ہندی سیرت کی کسقدر اشد ضرورت تھی۔ جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے۔ یہ لٹریچر غیر مسلم احباب میں یا تو مفت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا برائے نام قیمت پر جاتا ہے۔ اس لئے دوستوں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اس کارِ خیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ نہ صرف خود ہی بلکہ اپنے دوسرے دوستوں کو بھی شامل کریں۔

نور اور نور کے ناظرین

یکم مئی کو جن دوستوں کے نام وی۔ پی کئے گئے تھے۔ ان میں سے اکثروں کے واپسی آگئے۔ آج کل کاغذ شدید گراں ہے۔ دوستوں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ نہ صرف یہی کہ اپنا بقایا چندہ ہی بذریعہ منی آرڈر جلد بھیج دیں۔ بلکہ اسکی توسیع اشاعت میں بھی خصوصیت سے حصہ لیں۔ نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالا رہا ہے۔ وہ آپ اس اخبار کے لیڈر بعنوان "مسلمان اور ہندوستان" سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ نور کے وہ کونسے ناظرین ہونگے جن کے ایک دو دوست نہ ہوں۔ اور پھر وہ کونسے دوست ہوں گے۔ جنہیں نور کی خریداری کے لئے کہا جائے۔ اور وہ انکار کردیں۔ صرف توجہ کی ضرورت ہے۔ صاحب ہمت دوستوں کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اپنی گرہ سے قیمت ادا کر کے غیر مسلموں کے نام بکثرت نور کے پرچے جاری کرائیں۔ نور کی اشاعت کا جتنا دائرہ وسیع ہوگا۔ اتنا ہی تبلیغی دروازہ فراخ ہوگا۔

تبلیغ کا مؤثر ذریعہ

۷ر جون کو کٹک میں احمدیوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس کے صدر جناب پی۔ کے پریچا آئی۔ ای۔ ایس پرنسپل راون شا کالج کٹک تھے۔ صدر صاحب نے بعد از جلسہ فرمایا۔ کہ "ہندو مسلم اتحاد سے ہی ہماری خوشحالی وابستہ ہے۔ اور یہ ناممکن ہے۔ جب تک ہم ایک دوسرے کے احساسات کا خیال نہ کریں۔ ہماری ساری مصیبت ایک دوسرے کے مذہب سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اگر ایک دوسرے کے مذہبی خیالات سے واقفیت پیدا کرلی جائے۔ تو ہماری دشمنیاں ختم ہو سکتی ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ کوئی شخص محمد رسول اللہ سے نفرت کر کے مذہبی آدمی نہیں رہ سکتا۔ بلکہ وہ پکا لامذہب ہوگا۔ جماعت احمدیہ کو چاہیئے۔ کہ وہ قرآن مجید کا ترجمہ اڑیہ زبان میں کر کے اسکی بکثرت اشاعت کریں۔ تاکہ اس علاقہ کے غیر مسلم اسلام کی صداقت اور عظمت کو پہچان سکیں"۔ اسی اہم مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے باوجود بے سروسامانی کے میں نے کلام مجید کے گورمکھی و ہندی تراجم شائع کئے۔ اور جو اس کا خوشگوار اثر غیر مسلم دوستوں پر پڑا۔ وہ نور کے ناظرین وقتاً فوقتاً ملاحظہ فرماتے ہی رہتے ہیں۔ اور اگر میرے مسلمان بھائی یہ تراجم بکثرت خرید کر سکھوں اور ہندوؤں میں بطور تحفہ دیتے۔ تو خدا کے کرم سے یقیناً ذہنیتوں پر غیر معمولی خوشگوار اثر پڑتا۔

نواب صاحب بہادر منگرول کا مکتوب گرامی

ہز ہائی نس نواب شیخ عبدالخالق میاں صاحب بہادر کا یہ مکتوب گرامی شرف صدور لایا ہے۔

"میرے قبلہ ابا جان کی روح کے ایصال ثواب کے لئے چہلم کی مجلس کا انعقاد مورخہ ۱۴ر ربیع الثانی بمطابق ۹ر جون ۱۹۴۲ء بروز دوشنبہ طے پایا ہے۔ امید ہے آپ اس میں اور دوسرے روز طعام میں شرکت فرما کر مجھے ممنون فرمادیں گے"۔

ذیابیطس کا عارضہ تو قریباً اب مستقل چیز ہی بن گئی ہے۔ اور ان دنوں مجھے دمہ کی شکایت بھی ہے۔ اور پھر سفر میں یہ شکایت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ میں اپنے ایک سرپرست اور محسن کی اس تقریب پر نہ پہنچتا۔ اور ویسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ حضور نواب صاحب مرحوم کی روح کے لئے میرے دل کی کن کن گہرائیوں سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ ان کا وہ حسن اخلاق۔ ان کی وہ ذرہ نوازی۔ ان کی وہ غریب پروری۔ ان کا وہ اسلام کے لئے غیر معمولی درد اور احساس انسان ان کی کن کن نیکیوں کو یاد کرے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ مرحوم کا عہد دیگر والیان ریاست کے لئے نمونہ تھا۔ اور یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ موجودہ نواب صاحب بہادر مرحوم نواب صاحب بہادر کے قابل فخر جانشین ہیں۔ اور انہوں نے لیٹ نواب صاحب بہادر کی تربیت سے بہت وافر حصہ لیا ہے۔ اور یہ رعایا کی خوش قسمتی ہے۔ اور مجھے قوی امید ہے۔ کہ خدا کے فضل و کرم سے ان کا عہد مبارک ریاست کے لئے ایک سنہری عہد ثابت ہوگا۔

آہ! میر سعادت علی

۲ر جولائی کے الفضل میں میں نے حضرت میر سعادت علی صاحب مرحوم حیدرآبادی کی وفات کو نہایت دکھ کے ساتھ پڑھا۔ میر صاحب مرحوم سلسلہ کے ساتھ جو گہری عقیدت اور اخلاص رکھتے تھے۔ وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اس وقت جو نور اچھے یا برے رنگ میں لوگوں کے سامنے موجود ہے۔ اس میں بہت حد تک حضرت میر صاحب مرحوم کا دخل ہے۔ نور پر ایک ایسا وقت آیا۔ جبکہ حقیقی معنوں میں اسکی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ حضرت میر صاحب موصوف اس نازک ترین وقت میں قریباً پورے دو سال تک پچاس روپے ماہوار کی مدد دیتے رہے۔ اور یہ اعانت اور بھی اہم ہوجاتی ہے۔ جب یہ حقیقت ہو۔ کہ حضرت میر صاحب مرحوم کوئی مالدار شخصیت نہ تھے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے۔ کہ "تونگری بدل است نہ بمال"۔ نور کے متعلق مرحوم کے اس احسن قدم سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ صاحب موصوف غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے اپنے دل میں کتنا درد رکھتے تھے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ ایسے اہل درد اصحاب ہی کسی قوم کی زندگی کا نشان ہو سکتے ہیں۔ ان کی وفات سے ان کے لواحقین کو دکھ ہونا تو قدرتی بات ہے۔ مگر ایڈیٹر نور بھی کچھ کم دکھ محسوس نہیں کر رہا۔ ایسے دکھ اور مصیبت کے وقت میں لواحقین کو صبر کے متعلق کچھ کہنا یقیناً انسانی مقتضیات کا خون کرنا ہے۔ مگر ہم مسلمانوں کے لئے اللہ کریم کا یہی حکم ہے۔ کہ ہم ہر مصیبت اور دکھ کے وقت ان اللہ مع الصابرین کی بشارت کا پھایہ اپنے زخمی دل پر لگائیں۔ صمیم قلب سے دعا۔ کہ خداوند تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل بخشے۔ اور مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

کاغذ کی نایابی

نور پہلے ۱۶ صفحوں پر شائع ہوا کرتا تھا۔ پھر کاغذ کی مشکلات کی وجہ سے ۱۲ صفحے کئے گئے۔ مگر کاغذ کی مشکلات دن بدن بڑھتی ہی گئیں۔ باوجود شدید گراں ہونے کے پھر ملتا نہیں۔ اس لئے اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ جب تک کاغذ کا انتظام نہ ہو۔ اخبار مجبوراً بجائے ۱۲ کے آٹھ صفحات کا شائع ہو۔ اور قیمت بجائے چار کے تین روپیہ وصول کی جائے۔

جھٹکا اور ذبیحہ

ان دنوں نئی وزارت کے سلسلہ میں جھٹکا اور ذبیحہ بلقرہ ہی ایک مبحث بنا ہوا ہے۔ بلدیو سنگھ پارٹی کی طرف سے یہ مطالبہ ہے۔ کہ جھٹکے کی عام اجازت ہونی چاہیئے۔ فریق ثانی کی طرف سے اس کے بالمقابل ذبیحہ گاؤ کی عام اجازت کا مطالبہ پیش کیا جاتا ہے۔ جہاں تک مذہبی حیثیت کا سوال ہے۔ مسلمان اس مطالبہ میں حق بجانب ہیں۔ کیونکہ ان کی مذہبی کتاب قرآنجید میں اسکی صاف لفظوں میں اجازت موجود ہے۔ لیکن سکھوں کی مذہبی کتاب

(بقیہ مضمون ملاحظہ ہو صفحہ ۷ کالم ۳ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں۔ تاکہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو۔ تو دفتر کو اطلاع کردے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

۶۱۶۸۔ منیر احمد خاں ولد مولاداد خاں قوم ککے زئی افغان پیشہ ملازمت عمر ۲۲½ سال پیدائشی احمدی ساکن بہبل چک ڈاکخانہ ڈہری والہ ضلع گورداسپور تبقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ کیونکہ میرے والد بزرگوار ابھی بفضلِ خدا زندہ ہیں میرا گذارہ اس وقت ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ مبلغ ۵/۱/- روپے ماہوار ملتی ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں۔ کہ انشاء اللہ اس آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور میرے مرنے پر جو جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز میں اپنی آمد کے بڑھنے وغیرہ کے متعلق بھی اطلاع دیتا رہوں گا۔ العبد:۔ منیر احمد خاں آفس آف دی کنٹرولر سندھ کراچی صدر گواہ شد فضل احمد پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ کراچی۔ گواہ شد ڈاکٹر غلام احمد آئی۔ ایم۔ ایس۔ گواہ شد مبارک احمد پوسٹل کلرک کراچی۔

۶۱۵۱۔ منکہ بلال احمد ولد ڈھیرو قوم آرائیں پیشہ ملازمت عمر پچاسی سال تاریخ بیعت ۱۹۰۵ء ساکن لنگیری ڈاکخانہ خاص ضلع جالندھر تبقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹ ۱۲/۱۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ اس وقت میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ زمین چاہی پندرہ کنال قیمتی ۹۰۰/- روپیہ اور زمین بنجر دو کنال قیمتی ۳۰ روپے اور مکان رہائشی ½ مرلہ قیمتی ۱۰۰/- روپے کل مبلغ ۱۰۳۰/- روپے ہوتے ہیں۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ چودہ روپے ماہوار ہے۔ لہٰذا اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ اور آمد کی کمی وبیشی پر اطلاع دیتا رہوں گا۔ نیز بوقت وفات اگر اس کے علاوہ اور کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ہوگی۔ العبد بلال احمد نشان انگوٹھا گواہ شد نظام الدین احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ لنگیری۔ گواہ شد عبدالغنی احمدی لنگیری کاتب الحروف فضل الدین احمدی جنگہ

۶۱۶۹۔ منکہ محمد عبداللہ ولد میاں فضل محمد صاحب قوم راجپوت پیشہ دکانداری عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۶/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان واقعہ دارالفضل جو مجھے والد صاحب کی طرف سے ملا ہے۔ پانچ مرلہ میں بنا ہوا ہے۔ قیمت اندازاً پانچ سو روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ دکانداری کی آمد سالانہ ۱۵۰/- روپے کے قریب ہے۔ میں اپنی آمد اور جائیداد مذکورہ بالا کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد میری ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد محمد عبداللہ بقلم خود موصی۔ گواہ شد سید عمر شاہ بقلم خود۔ گواہ شد الہ دین رنگریز ہوزری قادیان۔

۶۱۶۱۔ منکہ سید دلاور شاہ بخاری ولد سید حسین شاہ صاحب بخاری عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۲۶ مئی ۱۹۰۴ء کوچہ چابک سواراں لاہور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۵ ۱۲/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ اور نہ میری کوئی آمدنی ہے۔ صرف بیس روپے ماہوار صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے مجھے بطور وظیفہ ملتا ہے۔ میں اس وظیفہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں یہ رقم ماہ بماہ انشاء اللہ ادا کرتا رہوں گا۔ اگر بوقت وفات میری کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ سید دلاور شاہ بخاری۔ گواہ شد مرزا عطاء اللہ کوچہ چابک سواراں۔ گواہ شد مرزا قدرت اللہ دارالفضل۔

۶۱۱۶ منکہ سید نور زوجہ برکت علی قوم جٹ پیشہ زمینداری عمر ۳۶ سال ساکن گوٹریالہ ڈاکخانہ خاص تحصیل کھاریاں ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۰ ۹/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ کنٹھا طلائی وزنی ۵ تولہ پھول طلائی ۱ تولہ ٹنڈیاں ½ تولہ توڑے نقرئی ۳۰ تولہ چوڑیاں ۷ تولہ جن کی قیمت مبلغ تین سو پچاس روپے ہے۔ اس کا دسواں حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ کہ حصہ مذکور یعنی مبلغ ۳۵/- روپے خزانہ صدر انجمن احمدیہ مذکور میں داخل کردونگی۔ ایسا ہی جائیداد مذکورہ کے علاوہ اگر کوئی اور جائیداد بوقت مرگ اس عاجزہ کی ہو۔ تو یہ وصیت اس پر حاوی ہوگی۔ اور اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی انجمن مذکور ہوگی۔ اگر میں اپنی وصیت کردہ رقم داخل خزانہ اپنی زندگی میں نہ کرسکوں۔ تو اسکی ذمہ واری میرے ورثاء پر ہوگی لہٰذا یہ چند حروف بطور وصیت روبرو دو گواہان تحریر کردیئے۔ کہ سند رہے۔ العبدہ سید نور زوجہ برکت علی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد حافظ کرم الٰہی احمدی ساکن گڑیالہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد امام دین سکنہ گوٹریالہ۔

بقیہ مضمون صفحہ ۶۔ گرنتھ صاحب میں جھٹکے کی کہیں اجازت نہیں بلکہ صاف لکھا ہے کہ "اُن جھٹکا اُن بسمل کینا وَیا دوناں تے بھاگی"۔ یعنی جھٹکا کرنے والے اور ذبح کرنے والے دونوں بیرحم ہیں۔ اور ذبیحہ گاؤ کے متعلق سارے گرنتھ صاحب میں کہیں منع نہیں کیا گیا۔ اور گورو صاحب بھی گئو پوجا کے خلاف تھے۔ چنانچہ گرنتھ صاحب میں صاف لکھا ہے کہ:۔ کل جگ ادھاریا گرو دیو۔ مل۔ موت۔ موڑھ چ مگدھ ہوتے سب لگے تیری سیوا آساں۔ اس کا ترجمہ سکھ پنتھ کے مشہور ومعروف فاضل بھائی کاہن سنگھ جی ساکن نابھہ یوں کرتے ہیں۔ "گوبر اور پیشاب پی کر شدھی ماننے والے۔ اور خدا کو چھوڑ کر بیجان چیزوں کے ذریعہ سے نجات کے خواہشمند بیوقوف انسان گورو نانک دیو کے پند ونصائح سے اے خدا تیری عبادت میں لگ گئے"۔ پھر گرنتھ صاحب میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ:۔ گئو برا ہمن کو کرلاوہ گئو برترن نہ جانی ترجمہ اے ہندوؤ تم جو گائے اور براہمن کی فضیلت پر زور دے رہے ہو سنو۔ گوبر کے ذریعہ نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ علاوہ ازیں گورو گوبند سنگھ صاحب اپنے کلام میں فرماتے ہیں:۔ راج ساج ہم پر جب آیو۔ جھٹکا سکت تب دھرم چلایو۔ کھات بھانت بن کھیل شکارا۔ مارے ریچھ۔ رو جھ جھنکھارا۔ ترجمہ:۔ جب ہمارے اوپر حکومت کا زمانہ آیا۔ یعنی جب ہم حاکم بنے۔ تب جب استطاعت دھرم کو چلایا جنگلوں میں قسما قسم کے شکار کھیلے۔ اور ریچھ۔ نیل گائے اور ہرنوں کو مارا۔ مذکورہ حوالجات سے ثابت ہے۔ کہ گائے یا براہمن کی تعظیم کو گرنتھ صاحب میں اچھا نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے نیل گائے کا شکار بھی کھیلا۔ پس جبکہ گرنتھ صاحب میں جھٹکے کو ناجائز قرار دیا گیا ہو۔ اور ذبیحہ گاؤ کی کوئی خاص ممانعت نہ ہو۔ تو ایسی حالت میں سکھوں کا جھٹکے کا مطالبہ اتنا اہم نہیں کہ اس کو شرائط میں ایک مبحث بنایا جاوے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن شریف کے گورمکھی ترجمہ کے متعلق سکھ اور ہندو صاحبان کیا فرماتے ہیں؟

جناب سردار ارسیل سنگھ صاحب ایم۔ اے

پرنسپل رندھیر کالج کپورتھلہ لکھتے ہیں کہ چونکہ جناب نے اس ترجمہ کے متعلق میری رائے طلب کی تھی۔ دس پندرہ صفحات ہر ہفتہ پڑھتا رہا۔ اور اب ایک دفعہ ختم کر چکا ہوں۔ میں نے پہلے انگریزی میں ترجمہ پڑھا ہے لیکن جو حظ اور فائدہ مجھے آپ کے ترجمہ سے نصیب ہوا ہے۔ وہ پہلے نہیں ہوا تھا۔ اب میرے بچے یہ ترجمہ پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے ایسا عمدہ اور سلیس ترجمہ شائع کر کے تمام پنجابیوں پر عموماً اور سکھوں پر خصوصاً بہت بڑا احسان کیا ہے۔ کیونکہ سچائی سچائی ہی ہے۔ خواہ کسی جگہ سے ملے مجھے یقین واثق ہے۔ کہ اگر بہت سے پنجابیوں نے اس ترجمہ کو پڑھا تو وہ غلط فہمیاں جو خود غرض اشخاص نے یا جہالت اور ناواقفیت نے پھیلا رکھی ہیں۔ دُور ہو جائیں گی۔ خدا آپ کو اس محنت کا اجرِ عظیم دے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے مجھے ایسا تحفہ دیا۔ جو دینی اور دنیاوی ترقی میں مدد دینے والا ہے۔

ایڈیٹر صاحب نُور کا یہ کارنامہ واقعی قابل تعریف ہے

گورمکھی لٹریچر میں آج رسالہ پھلواڑی کا پایہ بہت بلند ہے۔ اس رسالہ کے فاضل ایڈیٹر جناب گیانی ہیرا سنگھ صاحب درد اپنے فروری ۳۶ء کے پرچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نُور نے قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ چھپوایا ہے ۷۲۸ صفحات ہیں۔ کپڑے کی سنہری جلد ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی۔ کہ دنیا کے ایک بڑے مذہب کی مذہبی کتاب کا گورمکھی ترجمہ چھپا ہے۔ مذہب اور روحانیت کے خواہشمندوں کو ہر ایک مذہب کی مقدس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہیئے۔ گورمکھی پڑھے ہوؤں کو اس بات کا کوئی علم نہ تھا۔ کہ قرآن شریف میں کیا لکھا ہے۔ ایڈیٹر صاحب نُور کا یہ کارنامہ واقعی قابل تعریف ہے۔ کہ جنہوں نے گورمکھی دانوں کے لئے فرقانِ حمید کی تعلیم سے آگاہی حاصل کرنے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب نور کی اس اولوالعزمی کو دیکھ کر سکھوں کو بھی سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ وہ بھی اپنی مذہبی کتب اور گورو صاحبان کے مقدس اقوال کا دیگر السنہ میں ترجمہ کر کے حاصل لاگت پر دینے کا انتظام کریں۔

جناب سردار عطر سنگھ صاحب، گورنر صوبہ کشمیر

تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "مجھے قرآن شریف کے مطالعہ کا بیحد شوق تھا۔ لیکن عربی ناواقفیت ہونے کی وجہ سے آج تک یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ قرآنِ مجید کا ترجمہ ارسال فرما کر آپ نے میرے مدت کے شوق کو پورا کیا میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ بلاشبہ آپ نے گورمکھی زبان میں ترجمہ کر کے گورمکھی دانوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اور اسلام کی بڑی بھاری خدمت بجا لائے ہیں۔

جناب گیانی دیدار سنگھ صاحب بی۔ اے

(فاضل سکھ مذہب) سابق ہیڈ ماسٹر مڈل سکول توگل والہ ضلع گورداسپور لکھتے ہیں۔ کہ "سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نُور کے قرآن مجید کے گورمکھی ترجمہ کو نہ صرف میں نے پڑھا ہی ہے۔ بلکہ ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ کے مطلب کو سمجھا ہے۔ بلاشبہ اس ترجمہ نے ایک دیرینہ کمی کو پورا کیا ہے۔ جو گورمکھی دانوں میں خصوصاً عرصہ سے ضرورت تھی۔ کیونکہ مادری زبان اپنے اندر جو جذب اور دل میں عمیق اثر ڈالتی ہے۔ وہ اظہر من الشمس۔ آج تک کروڑوں مسلمان بھائی قرآنِ مجید کی تلاوت بلا ناغہ کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر ان میں گنتی کے ہی چند دوست ہوں گے۔ جنہوں نے اسکی اصلیت اور حقیقی ثمرات سے فائدہ اٹھایا ہو۔ سردار صاحب کی یہ کوشش واقعی قابل تحسین ہے۔ کہ انہوں نے حضرت محمد صاحب جی کی تعلیم کو ہو بہو دیندار دل تک پہنچایا ہے۔ جو عربی نہیں جانتے تھے۔ مگر ان کی ارواح فرقان پاک کی تعلیم سے مستفیض ہونے کے لئے تڑپ رہی تھیں۔ آیتوں اور رکوع کے باقاعدہ نمبر دیکر متن کے ساتھ ساتھ چلنے کے خیال کو بہت اہمیت دی گئی ہے جس سے عربی پڑھے ہوئے دوستوں کو اصل سے مقابلہ کرنے کے لئے کوئی دقت اٹھانی نہیں پڑتی۔ قصہ کوتاہ مترجم نے اس الوالعزمی یعنی قرآن پاک کے گورمکھی ترجمہ سے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان جو آزردگی اور کشیدگی کی وسیع خلیج حائل ہے۔ کو پاٹنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ دلی دعا ہے۔ کہ پرماتما ان کی اس نیک کوشش کو بار آور فرمائے۔

سردار دیوی سنگھ صاحب گرنتھی

خان پور (ریاست بہاولپور) سے لکھتے ہیں۔ کہ "میں نے قرآن شریف کا گورمکھی ترجمہ پڑھا۔ میں سردار محمد یوسف صاحب کی قابلیت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو انہوں نے جگت اُدھار (دنیا کی نجات) کے لئے اس پاک کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور مخلوق خدا کے لئے نورِ خدا کا چشمہ کھول دیا ہے۔ چند روز ہوئے سردار محمد یوسف صاحب نے اپنی تیار کردہ کتابیں سکھ اور مسلمان اتحاد۔ مسلمانوں کے احسان سکھوں پر روشن کیں۔ اور میں نے بغور پڑھیں میں نے تقریباً سب خالصہ تواریخیں دیکھی ہیں۔ جو کچھ سردار صاحب موصوف نے لکھا ہے۔ یہ عین حقیقت ہے۔ قرآن شریف کے اپدیش (ہدایات) سب شری گورو گرنتھ صاحب کے مطابق ہیں۔ سچ پوچھو۔ تو سکھ اور مسلمان دو بھائی ہیں۔ سردار صاحب نے ان بچھڑے ہوئے دو بھائیوں کو گلے ملایا ہے۔ میں سردار صاحب کو ان کی اس کامیاب کوشش کے لئے مبارک باد دیتا ہوں۔ ہو اس مقدس کتاب (قرآن شریف) کے گورمکھی ترجمہ کو خلق خدا کے سامنے پیش کر کے ایک پرا اوپکار (سب سے بڑا کارِ خیر) بجا لائے ہیں۔ واہگورو جی انکو اس سے زیادہ طاقت بخشیں۔"

جناب سردار سادھو سنگھ صاحب ایس ڈی ایم

تحریر فرماتے ہیں کہ "میرے دل میں قرآن شریف پڑھنے کا بیحد شوق تھا۔ مگر بدیشی بھاشا میں ہونے کی وجہ سے میں اپنی خواہش کو پورا نہیں کر سکتا تھا۔ اب حال میں سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور قادیان نے قرآنِ مجید کا گورمکھی ترجمہ بڑی محنت سے عام فہم گورمکھی زبان میں کیا ہے جو خاکسار کو اپنے دوست بابو غلام محی الدین صاحب کے ذریعہ ملا ہے۔ جس نے میری خواہش کو اس طرح پورا کیا ہے جس طرح ایک خشک درخت بروقت آبیاری سے سرسبز ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ فاضل مصنف نے ترجمہ کرنے میں کمال عقلمندی سے کام لیا ہے۔ زبان نہایت شستہ ہے۔ ایسے کارِ نمایاں کی اسلام میں یہ پہلی نظیر ہے۔ یقیناً آپ کا کارنامہ مذہبی دنیا میں قابل تعریف ہے۔ اور مذہب اسلام کے لئے خاص طور پر قابل فخر ہے۔

قرآنِ مجید کا گورمکھی ترجمہ: سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۷۲۸ کاغذ عمدہ چھپائی نہایت نفیس جلد سنہری۔ گھر کی لاگت پانچ روپے تبلیغی نقطۂ خیال سے برائے نام ہدیہ صرف تین روپے محصول ڈاک علاوہ تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔ دوست جلدی درخواستیں بھیجیں ورنہ یہ سنہری موقعہ پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ کاغذ و جلد بڑھیا ہدیہ پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ

قرآنِ مجید کا ہندی ترجمہ: یہی سائز اور صفحات ہدیہ تین روپے آٹھ آنے۔ کیونکہ ہندی طباعت گورمکھی طباعت کی نسبت بہت گراں ہے۔ اور کاغذ بھی عمدہ ہے کاغذ اعلیٰ ہدیہ پانچ روپے محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ: **مینیجر اخبار نور، نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور**